قرآن کے سماوی وارضی مراحل نزول،مباحث وحکم

ڈاکٹر محمد فاروق حیدر*

ڈاکٹر محمود احمد**

ABSTRACT:

Among the primary and the foremost discussions of the Qur'ānic Sciences is the Descent of the Qur'ān *(Nazūl al-Qur'ān)*. It is deeply associated with the History of the Qur'ān. The prime discussion of the Descent of the Qur'ān is coming down from the Guarded Tablet *(Lauḥ Maḥfūẓ)* to the heavens of the world and from there to the heart of the Prophet (May Allāh be pleased with him). The matters which are being enlightened in this article are: Different stages of the Descent of the Qur'ān being supported by The Qur'ānic Verses and Traditions, the prudence and sagacity of the first and the second descent, critical analysis of the connotation of the successors, inferring from the traditions pertaining to the first and last revealed verses of the Qur'ān and the analysis of the scholars' interpretations.

علوم القرآن کے ابتدائی اور اہم مباحث میں سے ایک نزول قرآن ہے۔ اس نوع کا تعلق قرآن مجید کی تاریخ کے پہلے مرحلہ سے ہے جس میں نزول قرآن کے مختلف مراحل، ہر مرحلہ میں نزول کی کیفیت اور ان تنزلات میں مخفی اسرار و حکم جیسے اہم نکات زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اس نوع کا فہم وادراک دیگر مباحث علوم قرآنیہ جیسے مکی و مدنی قرآن اور آیات کے شان نزول وغیرہ کی معرفت کا ذریعہ بنتا ہے۔

قرآن مجید کے اتارے جانے سے متعلق انزال اور تنزیل دونوں طرح کے الفاظ آیات قرآنیہ میں استعمال ہوئے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ان الفاظ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیا جائے۔ امام راغب نے سہ حرفی مادہ ن ز ل کے تحت ان الفاظ کی وضاحت کی ہے:

> نزل:النزول فی الاصل ھو انحطاط من علو، یقال نزل عن دابتہ---- وانزلہ غیرہ، قال: ﴿أَنزِلْنِیْ مُنزَلاً مُّبَارَکاً وَأَنتَ خَیْرُ الْمُنزِلِیْنَ﴾ (1)
>
> ---- وانزال اللہ تعالیٰ نعمہ ونقمہ علی الخلق واعطاؤ ھم ایا ھا و ذلک اما با نزال الشئ نفسہ کا نزال القرآن

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

** اسسٹنٹ پروفیسر وزٹنگ یونیورسٹی آف اکاڑہ، اکاڑہ

منزل ۱

واما بانزال اسبابہ والھدایۃ الیہ کا نزال الحدید واللباس ونحو ذلک قال: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَنزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ﴾[2]

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتَابَ﴾[3]

﴿وَأَنزَلْنَا الْحَدِيْدَ﴾[4]، [5]

نزول کے معنی اپنی لغوی اصل کے اعتبار سے بلندی سے نیچے اترنے کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے وہ اپنی سواری سے نیچے اترا۔ اور اس کو دوسرے نے اتارا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے (تو مجھے مبارک جگہ پر اتار اور تو بہترین اتارنے والا ہے)۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر نعمتوں اور آزمائشوں کا نازل کرنا اور ان کے علاوہ ان کو عطا کرنا ہے۔ اور یہ نازل کرنے کا لفظ کسی چیز کے فی نفسہ اتارنے سے متعلق استعمال ہوتا ہے جیسے قرآن مجید یا پھر اس کے اسباب نازل کر دینے سے اور اس کی طرف راہنمائی کرنے سے ہوتا ہے جیسے لوہا، لباس اور اس طرح کی دوسری اشیاء کا اتارنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں: (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی)۔ فرمایا (اللہ وہی ہے جس نے کتاب نازل کی) فرمایا (اور ہم نے لوہا نازل کیا) اس کے بعد امام راغب نے لفظ انزال اور تنزیل کے درمیان ان الفاظ میں فرق واضح کیا:

والفرق بین الانزال والتنزیل فی وصف القرآن والملائکۃأن التنزیل یختص بالموضع الذی یسیر الیہ انزالہ مفرقا ومرۃ بعد اخری، والا نزال عام۔[6]

قرآن مجید اور ملائکہ کے وصف میں انزال اور تنزیل میں فرق یہ ہے کہ لفظ تنزیل خاص ہے ایسے موقع کے ساتھ جس میں مفرق اور یکے بعد دیگرے نزول کی طرف اشارہ پایا جاتا ہو اور اس کے برعکس انزال کا لفظ عام ہے (یعنی یکبارگی اور تدریجی نزول دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے)۔

تنزیل کے معنی میں کئی آیات ہیں جیسے 💻

﴿وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيْلاً﴾[7]

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ﴾[8]

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِیْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾[9]

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ﴾[10]

سب سے پہلے قرآن مجید لوح محفوظ میں تھا۔ لوح محفوظ سے مراد علم الٰہی ہے[11]۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

منزل ۱

﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ﴾ [12]

لوح محفوظ وہ مقام ہے جہاں سے قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتب اتاری گئیں ایسی محفوظ جگہ ہے جہاں تک شیاطین کی کوئی رسائی نہیں اور جہاں کسی قسم کی کمی بیشی کا کوئی امکان نہیں[13]۔

گویا کہ انسانی عقل وحواس سے ماوراء ایک ایسی حقیقت ہے جس بارے نہ کوئی حتمی رائے دی جاسکتی ہے اور نہ ہی الفاظ میں بعینہ بیان کیا جانا ممکن ہے۔ اس قدر جان لینا ہی کافی ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت وعلم مراد ہے۔ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن مجید کے نازل کئے جانے سے متعلق تین نمایاں اقوال پائے جاتے ہیں:

پہلا قول: قرآن مجید کے نزول کا آغاز لیلۃ القدر سے ہوا

دوسرا قول: قرآن مجید کا نزول لیلۃ القدر میں یکبارگی ہوا

تیسرا قول: قرآن مجید کا نزول بیس سال کی بیس راتوں میں ہوا[14]۔

راتوں کی تعداد کے اختلاف کے ساتھ علامہ سیوطی نے اسی سے ملتا جلتا قول نقل کیا ہے: قرآن مجید کا نزول بیس، تیئس یا پچیس کی راتوں میں اسطرح ہوا کہ ہر لیلۃ القدر میں جس قدر حصہ ایک سال میں اللہ کو نازل کرنا منظور ہو تا اتنا ایک دفعہ آسمان دنیا پر اتار دیا جاتا[15]۔

ایک اور قول بھی ہے جسے ماوردی نے حضرت ابن عباسؓ کے واسطہ سے بیان کیا: قرآن مجید ماہ رمضان میں لیلۃ القدر اور لیلۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر محافظ فرشتوں پر نازل ہوا پھر ان فرشتوں نے حضرت جبرائیل پر بیس راتوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا بعد ازاں حضرت جبرائیل نے آپ ﷺ پر بیس سالوں میں نازل کیا، حضرت جبرائیل مختلف ماہ وایام میں جستہ جستہ لے کر اترتے[16]۔

ابن عربی نے اس قول کی ان الفاظ میں گرفت کی ہے۔

> ومن جهالة المفسرين أنهم قالوا: ان السفرة ألقته الى جبريل فى عشرين ليلة، وألقاه جبريل الى محمد عليهما السلام فى عشرين سنة۔ وهذا باطل ليس بين جبريل وبين الله واسطة، ولا بين جبريل و محمد صلى الله عليهما واسطة۔[17]

مفسرین جنھوں نے لاعلمی میں یہ بات کہی کہ فرشتوں نے جبرائیلؑ پر بیس راتوں میں قرآن کو اتارا اور پھر جبرائیل نے بیس سال میں آپؐ پر اتارا۔ یہ قول باطل ہے کیونکہ جبرائیل اور اللہ کے مابین کوئی واسطہ نہیں اور نہ ہی جبرائیل اور آپؐ کے درمیان کوئی واسطہ موجود تھا۔

مذکورہ بالا اقوال میں سے جس قول پر علوم القرآن کے اکثر ماہرین کا اتفاق ہے وہ یہ کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے

آسمان دنیا پر لیلۃ القدر میں یکبارگی نازل ہوا اس کے بعد بیس، تئیس یا پچیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے آپؐ پر نازل ہوتا رہا۔ مدت کے اختلاف کا تعلق آپؐ کے قیام مکہ کے زمانہ سے ہے[18]۔

یہاں اسی راجح قول سے بحث کی جائے گی جو دو اساسی نکات پر مشتمل ہے جس کو نزول قرآن کے دو مراحل سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ قرآن مجید کا پہلا نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یکبارگی ہوا

۲۔ قرآن مجید کا دوسرا نزول آسمان دنیا سے آپؐ کے قلب اطہر پر نجماً نجماً ہوا۔

(ا) نزول قرآن، پہلا مرحلہ

قرآن مجید کے اس نزول پر درج ذیل آیات مبارکہ دلالت کرتی ہیں:

۱۔ ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾[19]

۲۔ ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ﴾[20]

۳۔ ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ﴾[21]

ان آیات کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا نزول ماہ رمضان کی ایک مبارک رات میں ہوا جو لیلۃ القدر کے نام سے موسوم ہے۔ دوسری بات جو ان آیات سے معلوم ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان مبارک ہی کی شب ہے اس کا تعلق کسی اور مہینہ سے نہیں۔

(ب) نزول قرآن، دوسرا مرحلہ

قرآن مجید کا دوسرا نزول آسمان دنیا سے آپؐ کے قلب اطہر پر ہوا جو درج ذیل آیات سے ثابت ہے:

۱۔ ﴿وَقُرْآناً فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَنَزَّلْنَاهُ تَنزِيْلاً﴾[22]

۲۔ ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلاً﴾[23]

۳۔ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾[24]

۴۔ ﴿وَإِنَّهُ لَتَنزِيْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِيْنُ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِيْنَ﴾[25]

(ج) روایات و آثار سے استدلال

قرآن مجید کا نزول اول یکبارگی اور نزول ثانی نجماً نجماً ہوا۔ ان دونوں قسم کے نزول کی صراحت درج ذیل روایات و آثار سے ہوتی ہے۔

منزل ۱

١۔ عن عکرمہ عن ابن عباس قال: انزل اللہ القرآن الی السماء الدنیا فی لیلۃ القدر، فکان اللہ اذا اراد ان یوحی منہ شیأ، أوحاہ، او ان یحدث منہ فی الارض شیأ احدثہ۔[26]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل فرمایا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ وہ اس میں کچھ حصہ وحی کرے، اس نے نازل کر دیا یا (قرآن میں مذکور) کسی چیز کا وقوع زمین پر ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن کے اس (سے متعلقہ) حصے کو نازل فرمادیتے۔

٢۔ عن عکرمہ عن ابن عباس قال: انزل القرآن لیلۃ القدر فی رمضان الی السماء الدنیا جملۃ ثم انزل نجوما۔[27]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن رمضان میں لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر یکبارگی نازل ہوا بعد ازاں آہستہ آہستہ نازل ہوا۔

٣۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، قال: انزل القرآن جملۃ واحدۃ الی السماء الدنیا فی لیلۃ القدر، ثم انزل بعد ذلک بعشرین سنۃ۔[28]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا قرآن مجید ایک ہی دفعہ لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل ہوا پھر اس کے بعد بیس سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔

٤۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس قال: انزل القرآن جملۃ واحدۃ من اللوح المحفوظ الی السماء الدنیا، ثم انزلہ جبریل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فکان فیہ ما قال المشرکون وردہ علیہم۔[29]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر یکبارگی نازل ہوا اس کے بعد حضرت جبرائیلؑ نے آپ ﷺ پر اتارا اس میں مشرکین کے اعتراضات اور ان کا رد ہوتا۔

اس روایت میں بھی قرآن مجید کے دونوں قسم کے نزول کی صراحت ہے۔

٥۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ، وسألہ عطیۃ بن الاسود قال:انہ وقع فی قلبی الشک قول اللہ:﴿شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیَ أُنزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ﴾[30]

وقولہ﴿ إِنَّا أَنزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ﴾[31]

وقولہ﴿إِنَّا أَنزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّبَارَکَۃٍ﴾[32]

منزل ١

وقد انزل فی رمضان وشوال و ذی القعده و ذی الحجۃ والمحرم وشھری ربیع فقال: ان اللہ انزل القرآن فی رمضان فی لیلۃ القدر فی لیلۃ المبارکۃ جملۃ واحدۃ، ثم انزل بعد ذلک علی مواقع النجوم رسلا فی الشھور والایام۔(33)

حضرت ابن عباسؓ سے عطیہ بن اسود نے سوال کیا کہ (مذکورہ بالا آیات جن میں رمضان میں اور قرآن کے یکبارگی نزول کی بات کی گئی) ان فرامین کو دیکھ کر میرے دل میں شک پیدا ہوا ہے حالانکہ قرآن تو رمضان کے علاوہ شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجۃ، محرم اور ربیع کے دونوں مہینوں میں بھی نازل ہوا۔ جواب میں حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ایک ہی دفعہ رمضان میں لیلۃ القدر اور برکت والی رات ہی میں نازل کیا اسکے بعد مختلف اجزاء میں وقفے وقفے سے دنوں اور مہینوں میں نازل ہوا۔

۶۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال، فصل القرآن من الذکر فوضع فی بیت العزۃ فی السماء الدنیا، فجعل جبریل علیہ السلام ینزلہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرتلہ ترتیلا۔(34)

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن ذکر سے الگ ہوا اور آسمان دنیا میں بیت العزۃ کے مقام پر رکھا گیا بعد ازاں فرشتہ جبرائیل قرآن کو آپؐ پر نازل کرتے رہے۔ آپؐ اس کو ٹھہر ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔

۷۔عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾(35)

قال انزل القرآن جملۃ واحدۃ حتی وضع فی بیت العزۃ فی السماء الدنیا ونزلہ جبریل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لجواب کلام فی السماء الدنیا، ونزلہ جبریل علیہ السلام علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لجواب کلام العباد و اعمالھم۔(36)

قرآن مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا اس بارے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید یکبارگی نازل ہوا یہاں تک کہ آسمان دنیا میں بیت العزۃ میں رکھا گیا۔ یہاں سے حضرت جبرائیل آپؐ پر لوگوں کے کلام اور ان کے اعمال کے جواب میں آہستہ آہستہ اتارتے۔

۸۔ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنھما فی قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾(37)

قال انزل القرآن جملۃ واحدۃ فی لیلۃ القدر الی السماء الدنیا، وکان بمواقع النجوم، وکان اللہ ینزلہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعضہ فی أثر بعض---(38)

سورہ قدر کی پہلی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قرآن مجید ایک ہی دفعہ لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل ہوا اس کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کرکے اترتا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ پر اس کے ایک حصہ کے بعد دوسرا حصہ نازل فرماتے۔

منزل ۱

(د) نزول اول، اسرار و حکم

قرآن مجید کے پہلے نزول یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں نازل ہونے کی کیا حکمت ہو سکتی ہے۔ اس ضمن میں ابو شامہ نے اس نکتہ کو سوال اٹھا کر بیان کیا ہے۔ اور خود ہی اس عقدہ کو ان الفاظ میں حل کیا ہے:

> فیہ تفخیم لأمرہ وأمر من أنزل علیہ، وذلک باعلام سکان السموات السبع ان ھذا آخر الکتب، المنزل علی خاتم الرسل لأشرف الامم قد قربناہ الیھم لنزلہ علیھم، ولولا أن الحکمۃ الالھیۃ اقتضت وصولہ الیھم منجماً بحسب الوقائع۔
>
> لھبط (لم نہبط [39]) بہ الی الأرض جملۃ کسائر الکتب المنزلۃ قبلۃ، ولکن اللہ تعالیٰ با ین بینہ و بینھا فجمع لہ الأمرین انزالہ جملۃ ثم انزالہ مفرقاً وھذا من جملۃ ما شرف صلی اللہ علیہ وسلم۔ [40]

اس طریقہ نزول سے قرآن اور جس ہستی پر وہ نازل ہونا ہے دونوں کی عزت و شرف کو بڑھایا جائے وہ اس طرح کہ ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں پر یہ بات ظاہر کی جائے کہ یہ قرآن آخری آسمانی کتاب ہے جو خاتم الرسل ؐ پر بہترین امت کے لیے نازل کی جائے گی اور ہم نے اسے ان پر نازل کرنے کے لیے ان کے قریب کر دیا ہے اور اگر حکمت الٰہی اس کتاب کو حسب واقعات ان لوگوں تک تھوڑا تھوڑا کر کے پہنچانے کی مقتضی نہ ہوتی تو ضروری تھا کہ جس طرح اس سے پہلے کی تمام آسمانی کتب ایک ہی مرتبہ روئے زمین پر نازل کر دی گئی تھیں یہ بھی اسی طرح ایک ساتھ زمین پر اتار دی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کتاب اور سابقہ آسمانی کتب میں یہ فرق کر دیا کہ اس کتاب کے لیے دونوں صورتیں جمع کر دیں ایک تو اس کا یکبارگی نزول اور پھر اس کا متفرق نزول۔ انہی پہلوؤں سے ہمارے نبی کریم ؐ کو عزت و شرف سے نوازا گیا۔

علامہ سخاوی نے جمال القراء میں یکبارگی نزول کے اسرار و حکم کو یوں بیان کیا ہے۔

> فان قیل: ما فی انزالہ جملۃ الی السماء الدنیا؟ قلت: فی ذلک تکریم بنی آدم و تعظیم شأ نہم عند الملائکۃ، وتعریفھم عنایۃ اللہ عز وجل بھم ورحمتہ لھم ولھذا المعنی أمر سبعین الفاً من الملائکۃ لما أنزل سورۃ الأنعام أن تزفَّھا، وزاد سبحانہ فی ھذا المعنی بأن أمر جبریل علیہ السلام با ملائہ علی السفرۃ الکرام البررۃ علیھم السلام وانساخھم ایان وتلاوتھم لہ۔ [41]

اگر یہ کہا جائے کہ آسمان دنیا پر قرآن مجید کے یکبارگی نزول کی کیا حکمت ہے تو میں یہ کہوں گا کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ فرشتوں کے ہاں بنی آدم کی تکریم و شان تعظیم مقصود تھی اور انہیں یہ دکھانا تھا کہ اللہ عز وجل کی ان پر کس قدر عنایت و رحمت ہے۔ یہی وہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سورہ انعام نازل فرمائی تو ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ اس سورت کے ساتھ نیچے اتریں اور اسی بات کو بڑھاتے ہوئے حضرت جبرائیل کو حکم دیا کہ پہلے قرآن کو مکرم اور معزز کاتبین

منزل ۱

کوسنا کر انہیں اسکو لکھ لینے اور اس کی تلاوت کرتے رہنے کی ہدایت کریں۔

فرشتوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنی جلالت علمی کا اظہار فرمایا کہ وہ علام الغیوب ہے اور اس کتاب اللہ میں وہ کچھ بیان کر دیا جو ابھی وقوع پذیر ہونا ہے۔

وفیہ ایضاً اعلام عبادہ من الملائکۃ وغیرھم انہ علام الغیوب لا یعزب عنہ شئی، اذکان فی ھذا الکتاب العزیز ذکر الاشیاء قبل وقوعھا۔(42)

یکبارگی نزول میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور شان ربوبیت کا بھی اظہار ہے۔ علامہ سخاوی نے اس حکمت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

وفیہ ایضاً: أن جناب العزۃ عظیم، ففی انزالہ جملۃ واحدۃ ، وانزال الملائکۃ لہ مفرقا بحسب الوقائع؛ ما یوقع فی النفوس تعظیم شأن الربوبیۃ۔(43)

علامہ سخاوی نے اس کی ایک اور حکمت یہ گنوائی کہ یکبارگی نزول میں تو قرآن سابقہ آسمانی کتاب تورات کے مثل ہے۔ اس وصف کے ساتھ جو دوسرا نمایاں اور امتیازی وصف قرآن مجید کو حاصل ہوا وہ اس کا متفرق نزول تھا۔

وفیہ ایضاً التسویہ بینہ وبین موسی علیہ السلام فی انزالہ کتابہ جملۃ والتفضیل علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی انزالہ علیہ منجماً لیحفظہ۔(44)

اور اس میں یہ خوبی بھی ہے کہ کتاب کے یکبارگی نزول کے حوالے سے حضرت محمدؐ اور حضرت موسیٰؑ ایک درجہ میں ہیں لیکن جناب محمدؐ کو یہ فضیلت عطا ہوئی کہ ان پر کتاب نجماً نجماً نازل کی گئی تاکہ وہ اسے محفوظ رکھ سکیں۔

(ھ) نزول دوم، اسرار و حکم

قرآن مجید کے جستہ جستہ نازل ہونے میں جو اسرار و حکم پوشیدہ ہیں مفسرین کرام نے ان تک رسائی کی کوششیں کیں۔

قرآن مجید کی اس آیت ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً کَذٰلِکَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَکَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا ﴾(45) کے تحت مختلف مفسرین نے قرآن کے متفرق نزول کے بارے اپنی اپنی آراء نقل کی ہیں۔

امام طبری نے سورۃ فرقان کی اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:

یقول تعالیٰ ذکرہ: (وقال الذین کفروا) باللہ (لولا نزل علیہ القرآن) یقول ھلا نزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم القرآن (جملۃ واحدۃ) کما انزلت التوراۃ علی موسی جملۃ واحدۃ؟ قال اللہ: (کذالک لنثبت بہ فوادک) تنزیلہ علیک الایۃ بعد الایۃ، والشئی بعد الشئی، لنثبت بہ فوادک نزلناہ۔(46)

آپؐ پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ قرآن بقیہ آسمانی کتب جیسے تورات کی طرح یکبارگی کیوں نہیں نازل ہوا جس کے

جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھوڑا تھوڑا نازل کرنے کا مقصد آپؐ کی تثبیت قلب تھا۔

امام رازی نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ رسالت محمدی کے منکرین کا یہ بھی ایک اعتراض ہے۔ اور اھل مکہ یہ گمان کرتے ہوئے کہتے تھے کہ اگر آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں تو قرآن مجید آپؐ پر ایک ساتھ سارا کیوں نازل نہ ہوا جیسا کہ تورات، انجیل اور زبور اپنے اپنے انبیاء حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت داوٗدؑ پر اکٹھی نازل ہوئیں تو جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اس جواب کی علامہ رازی نے آٹھ حکمتیں بیان کی ہیں[47]۔

۱۔ أنہ علیہ السلام لم یکن من اھل القراء ۃ والکتابۃ فلو نزل علیہ ذلک جملۃ واحدۃ کان لا یضبطہ و لجاز علیہ الغلط والسھو وانما نزلت التوراۃ جملۃ لا نھا مکتوبۃ یقرؤ ھا موسی۔

یعنی نبی کریمؐ امی تھے لہٰذا اگر آپؐ پر قرآن مجید کو یکبارگی نازل کر دیا جاتا تو اس کے ضبط میں مشکل ہوتی۔ اس لیے آپؐ پر بتدریج قرآن نازل کیا گیا تاکہ کسی قسم کے سھو کا اندیشہ تک بھی نہ رہے جبکہ اس سے قبل تورات ایک ہی دفعہ میں نازل ہوئی چونکہ وہ مکتوب تھی اور حضرت موسیٰؑ اسے پڑھ لیتے تھے۔

اس حکمت کو تسلیم کرنا مشکل ہے کیونکہ قرآن کی حفاظت کا تعلق حضورؐ کے قراءت وکتابت کے علم اور عدم علم کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اس لیے اگر یکبارگی بھی نازل کیا جاتا تو رسول اللہؐ سے قراءت و کتابت میں کوئی خطا نہ ہوتی آخر طویل سورتیں بھی تو یکبارگی نازل ہوئیں ان کے حفظ وکتابت میں کیا رسول اللہؐ کو دقت پیش آئی؟ (ان علینا جمعہ و قرانہ) کے الٰہی فیصلے کے بعد امام رازی کی بیان کردہ اس حکمت کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ ان من کان الکتاب عندہ، فر بما اعتمد علی الکتاب وتساھل فی الحفظ فاللہ تعالیٰ ما أعطاہ الکتاب دفعۃً واحدۃً بل کان ینزل علیہ وظیفۃً لیکون حفظہ لہ اکمل فیکون أبعدلہ عن المساھلۃ وقلّۃ التحصیل۔

جس کے پاس کتاب ہو تو اکثر بیشتر اس کا اعتماد اسی کتاب پر ہوتا ہے اور انسان اس کے حفظ کرنے میں تساہل برتتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر قرآن مجید کو ایک ہی دفعہ میں نازل نہیں کیا بلکہ اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا تاکہ اسے اچھی طرح سے حفظ کیا جاسکے۔ اس طریقہ کار میں کتاب کو محفوظ کرنے میں تساہل اور دشواری بعید از امکان ہوگی۔

۳۔ انہ تعالیٰ لو انزل الکتاب جملۃ واحدۃ علی الخلق لنزلت الشرائع بأسرھا دفعہ واحدۃ علی الخلق فکان یثقل علیھم ذلک، أما لما نزل مفرّقاً منجّماً لا جرم نزلت التکالیف قلیلاً فکان تحمّلھا أسھل۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر قرآن مجید کو ایک ہی مرتبہ نازل فرمادیتے تو جمیع شرعی احکامات ایک ساتھ اترتے تو لوگوں کے لیے اس پر عمل کرنا دشوار ہو جاتا اس لیے الگ الگ اور ٹھہر ٹھہر کر نازل کرنے میں احکامات تکلیفیہ بھی تھوڑے تھوڑے نازل ہوتے نتیجتاً ان کو برداشت کرنے میں زیادہ آسانی ہوتی۔

منزل ۱

۴۔ أنہ اذا شاھد جبریل حالاً بعد حال یقوی قلبہ بمشاھدتہ فکان اقوی علی أداء ما حمّل ، وعلی الصبر علی عوارض النبوۃ۔ وعلی احتمالہ أذیۃ قومہ و علی الجھاد۔

آپؐ کی حضرت جبریل سے بار بار ملاقات کے بعد آپ کا قلب مبارک قوی ہو جاتا اور آپؐ فرائض رسالت کی ادائیگی، عوارض نبوت پر صبر، اپنی قوم کی جانب سے دی جانے والی اذیتوں کو برداشت کرنے اور جہاد کرنے میں ثابت قدم رہتے۔

۵۔ انہ لما تم شرط الا عجاز فیہ مع کونہ منجما ثبت کونہ معجزا، فانہ لو کان ذلک فی مقدور البشر لوجب أن یاتوا بمثلہ منجما مفرقا۔

قرآن مجید کے تدریجی نزول سے اسکی شرط اعجاز کی تکمیل ہوتی اور اگر یہ کسی بشر کی قدرت میں ہوتا تو وہ بھی اس جیسا کلام مفرقاً لے آتا۔

۶۔ کان القرآن ینزل بحسب أسئلتھم والوقائع الواقعہ لھم فکانوا یزدادون بصیرۃً ، لأنّ بسبب ذلک کان ینضمّ الی الفصاحۃ الاخبار عن الغیوب۔

قرآن مجید لوگوں کے سوالات اور مختلف حالات وواقعات کے مطابق نازل ہوتا جس سے لوگوں کی فہم وبصیرت بڑھتی تھی ۔کیونکہ اس طریقہ نزول میں اخبار غیب کا ظاہر ہونا بھی شامل ہے۔

۷۔ أن القرآن لما نزل منجّما مفرقا وھو علیہ السلام کان یتحداھم من اول الامر فکانہ تحدواھم بکل واحد من نجوم القرآن فلما عجزوا عنہ کان عجز ھم عن معارضیۃ الکل أولی فبھذا الطریق ثبت فی فوادہ أن القوم عاجزون عن المعارضۃ لا محالۃ۔

قرآن مجید آپؐ پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ آپؐ نے ابتداء ہی سے ان کو چیلنج کیا کہ وہ قرآن مجید کی کسی بھی آیت جیسی کوئی آیت لے آئیں لیکن کفار ایسا کرنے سے عاجز رہے تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ پورے قرآن کی مثل لے آتے اس معاملہ میں وہ بدرجہ اولیٰ عاجز تھے۔نزول کے اس طریق میں آپؐ کا دل مضبوط اور مستحکم ہوا کہ یہ قوم مقابلہ سے عاجز ہے۔

۸۔ أن السفارۃ بین اللہ تعالیٰ وبین انبیائہ وتبلیغ کلامہ الی الخلق منصب عظیم فیحتمل أن یقال انہ تعالیٰ لو انزل القرآن علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم دفعۃ واحدۃ لبطل ذلک المنصب علی جبریل علیہ السلام فلما أنزلہ مفرقا منجما بقی ذلک المنصب العالی علیہ فلأ جل ذلک جعلہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مفرقا منجما۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کرام کے درمیان سفارت اور مخلوق تک اپنے کلام کا ابلاغ منصب عظیم ہے(جو حضرت جبرائیلؑ کو حاصل تھا) پس اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ آپؐ پر قرآن مجید کو یکبارگی نازل فرماتا اس طریقہ میں احتمال تھا کہ حضرت جبرائیل کے پاس وہ منصب نہ رہتا اس لیے مفرق اور نجماً نجماً نازل ہونے میں آپ کے پاس یہ منصب عظیم برقرار رہا۔

اس حکمت میں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کتب سابقہ سماویہ کے یکبار گی نزول کے بعد جناب جبرائیل سے یہ منصب سلب ہو گیا تھا؟ قرآن مجید کے یکبار گی نازل ہونے سے اگر آپ کے اس منصب کا باطل ہونا لازم آتا تھا تو تیئیس سال میں قرآن کی تکمیل کے بعد بھی تو یہ منصب آپ کے پاس نہ رہا۔ کام کا مکمل ہو جانا اور بات ہے منصب کا باطل ہونا اور بات۔ حالانکہ یہ بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا کیونکہ لیلۃ القدر میں جبرائیل کا نزول مع ملائکہ امت مسلمہ پر تاقیام قیامت ہے۔ قرآن کے علاوہ بھی وحی کا نزول جبرائیل کے ذریعہ ثابت ہے۔

اس کے علاوہ بھی کئی حکم ہیں جو مختلف مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں بیان کیں ہیں جیسے:

۹۔ وقتاً فوقتاً نئے نئے حوادث پیش آتے تھے اور جاہل قوم کی تربیت و تعلیم میں ایسی باتیں پیش آیا بھی کرتی ہیں پس ہر حادثہ میں جبرئیل کا کلام الٰہی لے کر آنا آپ کے لیے تقویت قلبی کا باعث تھا[48]۔

۱۰۔ حالت الہامی ایک عجیب حالت ہے تھوڑے نازل ہونے میں اخیر عمر تک حضرت محمدﷺ کو حاصل رہی جو قلبی تقویت کا باعث ہوا[49]۔

۱۱۔ نبی کی دعوت پر جو معرکہ حق و باطل برپا ہوتا ہے اور جس طرح باطل ہجوم کر کے حق پر ایک دم ٹوٹ پڑتا ہے تو یہ معرکہ کوئی ایک دو دن کا قصہ نہیں ہوتا بلکہ نبی کی پوری زندگی کو محیط ہوتا ہے اور جب بھی حالات مسلمانوں کے لیے حوصلہ شکن ہوتے ہیں تو انہیں تسلی دینے اور ان کی ڈھارس بندھانے کی ضرورت پیش آتی ہے اور ایک ہی دفعہ حوصلہ افزائی خواہ کتنی ہی کی جائے وہ فائدہ نہیں دے سکتی جو فائدہ ساتھ کے ساتھ اور بارہا حوصلہ افزائی کا ہوتا ہے[50]۔

۱۲۔ معاشرہ سے برائیوں مثلاً شراب نوشی، لوٹ مار، قتل و غارت، بے حیائی، زنا اور سود کے استیصال کے لیے سب احکام ایک دفعہ نازل کئے جاتے تو ان پر عمل پیرا ہونا بہت مشکل ہو جاتا اور لوگ سرے سے نبی پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے سے دستبردار ہو جاتے[51]۔

جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس میں انہوں نے فرمایا:

---انما نزل اول ما نزل منه من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا ثاب الناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شئى لا تشربوا الخمر لقالوا لاندع الخمر ابدا ولو نزل لا تزلوا لقالوا لا ندع الزنا ابدا---[52]

قرآن مجید کی سورتوں میں سے پہلے مفصل سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور دوزخ کا ذکر تھا یہاں تک کہ جب لوگوں نے اسلام کی طرف رجوع کیا پھر جا کر حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے اور اگر پہلا حکم ہی یہ نازل ہو جاتا کہ شراب مت پیو تو وہ کہتے ہم شراب کبھی نہیں چھوڑیں گے اسی طرح اگر یہ حکم نازل ہو جاتا کہ زنا مت کرو تو وہ لوگ کہتے کہ

منزل ۱

ہم کبھی زنا نہیں چھوڑیں گے۔

۱۳۔ قرآن کریم میں ایسے احکام بھی ہیں جن میں ناسخ اور منسوخ بھی ہیں جن کا تعلق مختلف اوقات سے ہے اور ظاہر ہے کہ ناسخ و منسوخ دونوں کا بیک وقت نازل ہونا اور آن واحد میں دونوں کا جمع ہونا غیر معقول ہے[53]۔

وبالجملۃ انزال القرآن منجما فضیلۃ خص بها نبینا علیہ السلام من بین سائر النبیین فان المقصود من انزالہ ان یتخلق قلبہ المنیر بخلق القرآن و یتقوی بنورہ و یتغذی بحقائقہ و علومہ وھذہ الفوائد انما تکمل بانزالہ مفرقا ألا یری ان الماء لو نزل من السماء جملۃ واحدۃ لما کانت تربیۃ الزروع بہ مثلها اذا نزل مفرقا الی ان یستوی الزرع و رتلناہ ترتیلا عطف علی ذلک المضمر------[54]

قرآن مجید کا نجماً نجماً نزول ایسی فضیلت ہے جو تمام انبیاء کرامؑ میں سے صرف ہمارے نبی کریمؐ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس طریقہ نزول سے مقصود یہ ہے کہ آپؐ کا قلب منیر اخلاق قرآن سے آراستہ ہو جائے اور اس کے نور سے قوت حاصل کرے اور اس کے علوم و حقائق سے غذا پائے اور یہ تمام فوائد قرآن مجید کے متفرق نزول ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ کیا یہ نظر نہیں آتا کہ اگر آسمان سے ایک بار ہی پانی برسے تو اس طرح کھیتوں کی نمو نہیں ہو پائے گی لیکن جب پانی تھوڑا تھوڑا برسے تو کھیتی ہموار ہو جائے گی۔ آیت (رتلناہ ترتیلا) اسی مقصود و حکمت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

(و) قرآن مجید کی سب سے پہلے اور آخر میں نازل ہونے والی آیات

قرآن مجید کا کونسا حصہ سب سے پہلے نازل ہوا اس بارے کئی اقوال ہیں جن میں سے سب سے صحیح اور معتمد قول سورہ علق کی ابتدائی آیات کے نزول کا ہے۔ صحیح بخاری میں اس مضمون کی متعدد روایات نقل کی گئی ہیں[55]۔

صحیح مسلم میں بھی یہی منقول ہے[56]۔

قرآن مجید کی سب سے پہلی نازل ہونے والی آیات سورہ علق کی درج ذیل آیات ہیں:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّکَ الْأَکْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾

بطور مثال یہاں ایک روایت کا کچھ حصہ درج ذیل ہے:

حتی فجئہ الحق وھو فی غار حراء، فجاء ہ الملک فقال: اقراء فقال رسول اللہ ☐ : ما انا بقاری ء قال فاخذنی فغطنی حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال: اقراء ، قلت: ما انا بقاری ئ فاخذنی فغطنی الثانیۃ حتی بلغ منی الجھد، ثم أرسلنی فقال: اقراء قلت: ما أنا بقاری ئ ، فأخذنی فغطنی الثالثۃ حتی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال: ﴿اقراء باسم ربک الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ اقراء و ربک الاکرم۔ الذی علم بالقلم﴾ الایات

الی قولہ: ﴿علم الانسان مالم یعلم﴾۔ فرجع بھا رسول اللہ ترجف بوادرہ، حتی دخل علی خدیجۃ، فقال: زملونی زملونی----- و فترالوحی فترۃً، حتی حزن رسول اللہ ☐ ۔[57]

حضرت عائشہؓ سے ایک اور روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا قرآن مجید کا سب سے پہلے نازل ہونے والا حصہ ﴿اقرا باسم ربک الذی خلق﴾ **ہے**۔[58]

اس کے علاوہ ایک قول سورہ مدثر کی اولیت کے بارے میں بھی ہے جس پر صحیحین کے علاوہ دیگر کتب احادیث کی روایات بھی شاہد ہیں[59]۔

جیسے ایک روایت کے الفاظ ہیں:

عن یحیی بن ابی کثیر: سألت ابا سلمۃ بن عبدالرحمن، عن اول ما نزل من القرآن، قال ﴿یا ایھا المدثر﴾ قلت: یقولون: ﴿اقراء باسم ربک الذی خلق﴾ فقال ابو سلمۃ: سالت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما عن ذلک، وقلت لہ مثل الذی قلت، فقال جابر: لا احدثک الا ما حدثنا رسول اللہ، قال (جاورت بحراء، فلما قضیت جواری ھبطت، فنودیت، فنظرت عن یمینی فلم أر شیئا، و نظرت عن شمالی فلم أرشیئا، و نظرت أمامی فلم أرشیئا، ونظرت خلفی فلم أرشیاً، فرفعت رأسی فرأیت شیئا، فأتیت خدیجۃ فقلت: دثرونی وصبو علی ماء باردا، قال: فد ثرونی وصبوا علی ماء باردا، قال فنزلت: ﴿یا ایھا المدثر۔ قم فانذر وربک فکبر﴾[60]

یحی بن ابی کثیر سے روایت ہے کہ میں نے ابو سلمہ سے قرآن کے سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت کے بارے پوچھاتو انہوں نے فرمایا ﴿یا ایھا المدثر﴾ **میں نے کہالوگ تو کہتے ہیں**﴿اقراء باسم ربک الذی خلق﴾**پہلے اتری ہے۔ ابو سلمہ نے کہا، میں نے جابر بن عبد اللہؓ سے اس بارے پوچھااور میں نے ان سے وہی بات کہی جو اس بابت آپ نے فرمایا تھاتو حضرت جابرؓنے جواب دیا: میں تجھ سے وہی بیان کرتاہوں جو آپؐ نے ہم سے بیان کیا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ میں غار حراء میں گوشہ نشین تھاجب میں اپنا اعتکاف پورا کر چکا اور پہاڑ سے نیچے اترا مجھے ایک آواز آئی میں نے دائیں طرف دیکھا کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی بائیں طرف دیکھا ادھر بھی کوئی چیز دکھائی نہ دی سامنے دیکھاوہاں بھی کچھ نہیں تھاپیچھے دیکھاوہاں بھی کوئی نہیں، آخر میں نے اوپر سر اٹھایاکچھ دیکھا۔ میں خدیجہؓ کے پاس آگیا میں نے کہا مجھ کو کپڑا اوڑھادو، مجھ پر ٹھنڈا پانی ڈالو۔ فرمایا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی** ﴿یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَاَنذِرْ ۔وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ﴾۔

ایک اور روایت جس میں سورہ مدثر کا وحی کے انقطاع کے بعد نازل ہونے کا ذکر ہے، یہاں بیان کرنا ضروری ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

عن ابن شهاب قال سمعت ابا سلمة قال: أخبرنی جابر بن عبدالله رضی الله عنهما: انه سمع النبی □ یقول (ثم فترعنی الوحی فترة، فبینا أنا امشی سمعت صوتا من السماء، فرفعت بصری قبل السماء فاذا الملک الذی جاء نی بحراء قاعد علی کرسی بین السماء والارض، فبعثت منه، حتی هویت الی الارض، فجئت أهلی فقلت: زملونی، زملونی فانزل الله تعالیٰ: (یا ایها المدثر)۔ الی (فاهجر)۔ [61]

ابن شہاب سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو سلمہ سے سنا انہوں نے کہا کہ مجھے جابر بن عبد اللہ نے یہ خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ؐ کو فرماتے ہوئے سنا: پھر مجھ پر وحی آنا موقوف ہو گئی ایک دفعہ میں جارہا تھا میں نے آسمان سے ایک آواز سنی اور میں نے آسمان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا کہ وہی فرشتہ جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہے تو میں اس سے ایسے ڈرا کہ زمین پر گر گیا اس کے بعد میں اپنے گھر آیا اور کہا مجھے چادر اوڑھادو اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے ﴿یاایها المدثر﴾ سے لیکر ﴿فاهجر﴾ تک آیات نازل کیں۔

سورہ مدثر کی آیات کے نزول کے بارے مذکورہ بالا دونوں روایات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ سورہ مدثر کی آیات فترۃ الوحی کے بعد نازل ہوئیں۔

۲۔ فرشتہ (یعنی جبرئیل) جو غار حراء میں اس سے پہلے آپؐ کے پاس آچکا تھا۔

ان دو نکات سے تو واضح ہوتا ہے کہ سورہ مدثر سے پہلے سورہ العلق کی آیات نازل ہو چکی تھیں البتہ مذکورہ بالا روایت میں سے پہلی روایت جس میں سورہ مدثر کے بارے صراحت کے ساتھ یہ الفاظ مذکور ہیں "اول مانزل من القرآن" کی علماء نے کئی توجیحات کی ہیں:

أن مراد جابررضي الله عنه بالا ولیة مخصوصة بما بعد فترة الوحی، لا اولیة مطلقة [62]

یہاں حضرت جابرؓ کی روایت سے مراد مطلق اولیت نہیں ہے بلکہ مخصوص اولیت مراد ہے جو فترۃ الوحی کے بعد ہے۔

۲۔ أن المراد اولیة مخصوصه بالا مر بالا نذار، وعبر بعضهم عن هذا بقوله: اول مانزل للنبوة: ﴿اقراء باسم ربک﴾ و اول مانزل للرسالة﴿یا ایها المدثر﴾ [63]

یعنی یہاں مخصوص اولیت سے انذار کا حکم مراد ہے اور بعض علماء نے اس کی تعبیر یہ بھی کی ہے کہ نبوت کے بارے پہلی آیات سورہ علق کی اور رسالت کے لیے سب سے پہلے سورہ مدثر کی آیات نازل ہوئیں:

۳۔ أن جابراً استخرج ذلک باجتهاده، ولیس هو من روایته، فیقدم علیه ما روته عائشه۔ [64]

حضرت جابرؓ نے اولیت کی بات اپنے اجتہاد سے کی نبی کریم ؐ سے ایسا مروی نہیں ہے لہٰذا حضرت عائشہؓ کی روایت حضرت جابرؓ کی روایت پر مقدم ہے۔

تیسرا مشہور قول سورہ فاتحہ کی اولیت کے بارے میں ہے[65]

جس کی دلیل ابو میسرہ سے مروی ایک روایت ہے جس کو بیہقی نے اپنی کتاب دلائل النبوہ میں نقل کیاہے۔

جس میں رسول اللہؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ جس وقت میں خلوت اور تنہائی میں ہوتا ہوں تو ایک آواز سنتا ہوں اور واللہ مجھے یہ ڈر ہے کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہ ہو۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا معاذ اللہ، اللہ آپ کے ساتھ ایسا کیوں کرے گا؟ پھر جب حضرت ابو بکرؓ آئے اس وقت آپؐ موجود نہیں تھے تو حضرت خدیجہؓ نے ان کو ساری بات سنائی اور کہا اے عتیق آپ حضرت محمدؐ کے ساتھ ورقہ کے پاس جائیں چنانچہ جب رسول اللہؐ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑا اور کہا چلیے ورقہ کے پاس تو آپؐ نے فرمایا کہ آپ کو کس نے بتایا آپ نے کہا خدیجہ نے۔ پس آپ دونوں ورقہ کے پاس گئے اور سارا واقعہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا جب میں خلوت میں اکیلا ہوتا ہوں تو اپنے پیچھے ایک آواز کو سنتا ہوں یا محمد یا محمد تو خوف سے زمین پر بھاگتا ہوں۔ تو ورقہ نے کہا آپؐ ایسا نہ کیجئے گا جب بھی وہ دوبارہ آپ کے پاس آئے اپنی جگہ پر ثابت قدم رہیے گا یہاں تک کہ آپ سنیں کہ وہ کیا کہتا ہے پھر میرے پاس آکر مجھے خبر دیجئے گا۔ پھر جب آپ خلوت میں بیٹھے پھر اس نے آپکو پکارا یا محمد کہہ دیجئے (بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب اللعالمین۔ یہاں تک کہ ولاالضالین) تک اس نے پڑھا۔۔۔[66]

آگے اس روایت کے بارے میں خود امام بیہقی نے لکھاہے۔فھذا منقطع اور ساتھ یہ بھی لکھا کہ اگر یہ حدیث محفوظ بھی ہے تو اس بات کا احتمال ہے کہ اس میں سورۃ فاتحہ کے اقراء باسم ربک اور یاایھالمدثر کے بعد نازل ہونے کی خبر دی گئی ہو[67]۔

امام باقلانی نے اس روایت سے متعلق لکھاہے:

وھذا الخبر منقطع غیر متصل السند ، لا نہ موقوف علی ابی میسرہ، وأثبت الاقاویل من خلاف الصحابۃ قول من قال: ان اوّل ماانزل ﴿اقراء باسم ربک الذی خلق﴾ وما یلیہ فی القوۃ قول جابر، ومن قال اول ذلک ﴿یا یھا المدثر﴾[68]

یہ خبر منقطع ہے جس کی سند متصل نہیں ہے کیونکہ یہ موقوف ہے ابو میسرہ تک۔ لہٰذا اصحابہؓ کے مختلف اقوال میں سے سب سے زیادہ مضبوط قول وہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سب سے پہلے نازل ہونے والا قرآن(اقراء باسم ربک الذی خلق) ہے۔ اور حضرت جابرؓ کا قول قوت میں اس کے قریب تر ہے اور جس نے یہ کہا کہ سورہ مدثر کی آیات پہلے نازل ہوئیں۔

علامہ زرکشی نے مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے لکھاہے:

منزل ۱

وطریق الجمع بین الاقاویل أن اوّل مانزل من الایات ﴿اقراء باسم ربک﴾ و اوّل مانزل من أوامر التبلیغ ﴿یا یھا المدثر﴾ ، واول مانزل من السور سورة الفاتحة [69]

ان مختلف اقوال میں جمع و تطبیق کی سبیل یہ ہے کہ سب سے پہلے سورہ اقراء کی آیات نازل ہوئیں اور احکام تبلیغ میں سے سب سے پہلے سورہ مدثر کی آیات نازل ہوئیں جبکہ سورتوں میں سے سب سے پہلے سورہ فاتحہ مکمل نازل ہوئی۔

قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات کون سی ہیں، اس بارے مختلف روایات منقول ہیں جیسے:

حدثنا قبیصہ بن عقبہ حدثنا سفیان عن عاصم عن الشعبی عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال آخر آیۃ نزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ الربا [70]

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ پر سب سے آخری نازل ہونے والی آیت، آیت ربا ہے۔

عن عکرمہ عن بن عباس قال: آخر شیء نزل من القرآن: واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ [البقرة ۲: ۲۸۱] الایۃ۔ [71]

عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے قرآن میں آخر میں نازل ہونے والی آیت (واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ) ہے۔

حدثنا عبداللہ بن صالح وابن بکیر، عن اللیث، عن عقیل، عن ابن شھاب قال: آخر القرآن عھداً بالعرش آیۃ الربا وآیۃ الدین [72]

ابن شہاب سے روایت ہے کہ قرآن میں عرش سے آخری آنے والی آیت آیت ربا اور آیت دین ہے۔

علامہ سیوطی نے مذکورہ بالا روایات میں تطبیق دیتے ہوئے لکھا ہے کہ میرے نزدیک ان روایات میں جن میں آیت ربا،(واتقوا یوما) اور آیت دین (جس میں سے ہر ایک کے بارے میں آخر میں نازل ہونے کی بات کی گئی) شامل ہیں، کے مابین کوئی منافات نہیں ہے۔ اس لیے کہ مصحف میں ان آیات کو ایک ساتھ ترتیب میں دیکھ کر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی دفعہ نازل ہوئی ہیں اور ان سب کا تعلق ایک ہی قصہ سے ہے۔ پس ہر راوی نے نازل ہونے والی ان آیات میں سے کسی ایک کو آخری آیت قرار دیا ہے [73]۔

قرآن مجید کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات کے بارے میں امام باقلانی نے مختلف روایات نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے۔

ان روایات میں سے کوئی روایت بھی مرفوع نہیں ہے۔ یہ تو اپنی اپنی آراء ہیں اور اسی صورت میں ہی قابل قبول ہیں کہ یہ ہر شخص کا اپنا اجتہاد، غلبہ ظن اور ظاہری احوال سے واقفیت کی بنا پر ہے۔ ویسے بھی ان باتوں کا علم ضروریات دین میں

سے نہیں ہے اور نہ یہ ایسے امور میں سے ہے جس پر آپؐ کی کوئی نص موجود ہو جس میں آپؐ نے اس کی توضیح وتبیین فرمائی ہو یا اس کو لازمی ٹھہرایا ہو اور اس پر کوئی واضح دلیل قائم کی ہو[74]۔

امام بیہقی نے سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات کے بارے اختلافی روایات نقل کیں اور اس کے بعد اپنی رائے بیان کی:

میرے نزدیک اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک راوی نے اپنی معلومات کے مطابق خبر دی ہے یا پھر ان کے سامنے آخر میں نازل ہونے والی جن آیات کا ذکر ہوا انھوں نے ان آیات کو ہی آخری بتایا[75]۔

اس کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن سے متعلق آخری ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ غالب گمان یہی ہے کہ سورہ بقرہ کی آیات ۲۷۸تا۲۸۲ آخر میں نازل ہونے والی آیات ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

1 المومنون۲۳: ۲۹

2. الکھف۱۸: ۱

3. الاعراف۱۹۶:۷

4. الحدید۵۷: ۲۵

5. راغب اصفہانی، المفردات فی غریب ا لقرآن، داراحیاءالتراث العربی، بیروت، ۲۰۰۲ء، ص۵۱۰

6. ایضاً، ص۵۱۱

7. بنی اسرائیل۱۷: ۱۰۶

8. الحجر۱۵: ۹

9. الدخان۴۴: ۳

10. البقرۃ۲: ۱۸۵

11. حقانی، محمد عبدالحق، فتح المنان، ۱/ ۳۸

12. البروج۸۵: ۲۱، ۲۲

13. ابن جوزی، زادالمسیر فی علم التفسیر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۴/ ۴۲۷

14. ابوشامہ المقدسی، المرشدالوجیز الی تتعلق بالکتاب العزیز، داروقف الدیانۃ، انقرہ، ۱۹۸۶ء، ص۱۴

15. سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۹ء، ۱/ ۱۵۸

منزل ۱

16. ماوردی، النکت والعیون، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۶/ ۳۳۱
17. احکام القرآن، ۴/ ۱۹۵۰، ۱۹۴۹
18. زرکشی، البرھان فی علوم القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۱ء، ۱/ ۲۸۹؛ الاتقان، ۱/ ۱۵۶؛
ابن عقیلہ، الزیادۃ الاحسان فی علوم القرآن، جامعہ الشارقۃ، الامارات العربیۃ المتحدۃ، ۲۰۰۶ء، ۱/ ۱۵۲
19. القدر ۹۷:۱
20. الدخان ۴۴:۳
21. البقرۃ ۲: ۱۸۵
22. بنی اسرائیل ۱۷: ۱۰۶
23. الفرقان ۲۵: ۳۲
24. الحجر ۱۵: ۹
25. الشعراء ۲۶: ۱۹۲، ۱۹۳
26. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، (۲۸۷۷)
27. طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۱/ ۳۱۲
28. المستدرک، کتاب التفسیر (۲۸۷۹)
29. ابن مندہ، الایمان، ۲/ ۷۰۵
30. البقرۃ ۲: ۱۸۵
31. القدر ۹۷:۱
32. الدخان ۴۴: ۳
33. البیہقی، الاسماء والصفات، ۱/ ۵۷۴؛ المعجم الکبیر، ۱۱/ ۳۹۱
34. طبرانی، المعجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاھرۃ، ۱۹۹۴ء، ۱۲/ ۳۲؛ النسائی، السنن الکبری، کتاب فضائل القرآن، باب کم بین نزل اول القرآن و بین آخرہ، (۷۹۹۱)؛ المستدرک، کتاب التفسیر، ۲/ ۲۴۲
35. القدر ۹۷:۱
36. المعجم الکبیر، ۲/ ۱۳۲
37. القدر ۹۷:۱
38. المستدرک، کتاب التفسیر، (۲۸۷۸)
39. یہاں لم ینبط کی جگہ لھبط زیادہ موزوں ہوگا اور کتاب کی تحقیق میں جن تین مخطوطات پر اعتماد کیا گیا ان میں سے ایک مخطوط آیا صوفیا (رقم: ۵۹) میں لھبط

منزل ۱

درج ہے۔ دیکھیے کتاب مذکور میں بعنوان الفروق بین النسخ الثلاث التی اعتمد علیھافی نشر الکتاب کے تحت صفحہ نمبر ۲۱۶۔ مزید یہ کہ امام سیوطی نے بھی الاتقان میں "لھبط" تحریر کیاہے۔(الاتقان،۱/ ۱۵۹)

40. المرشد الوجیز، ص۲۴،۲۵
41. سخاوی، علم الدین،، جمال القراء وکمال الاقراء، دار الصحابۃ بطنطا، ۲۰۱۰ء، ص۳۵
42. ایضاً
43. ایضاً
44. ایضاً
45. الفرقان۲۵: ۳۲
46. طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، دار الحدیث، القاھرۃ، ۱۴۳۱ھ، ۸/ ۵۰۴
47. رازی، مفاتیح الغیب ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۰ھ، ۲۴/ ۴۵۷
48. فتح المنان، ۶/ ۳۱۲
49. ایضاً
50. کیلانی، عبد الرحمان، تیسیر القرآن، مکتبۃ السلام، لاہور، ۱۴۳۳ھ، ۳/۳۰۹
51. ایضاً
52. صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن(۴۹۹۳)
53. کاندھلوی، معارف القرآن، مکتبۃ المعارف، شھدادپور، ۱۴۳۳ھ، ۵ /۵۰۰
54. اسمعیل حقی بن مصطفی الاستانبولی الحنفی، روح البیان، دار الفکر، بیروت، ۶/۲۰۹
55. صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب(۳۔۔۔)اس کے علاوہ دیکھیں حدیث، ۴۹۵۳،۴۹۵۵،۴۹۵۶،۶۹۸۲
56. صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بدء الوحی (۴۰۳)
57. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب(۴۹۵۳)
58. مستدرک، کتاب التفسیر(۲۸۷۴)
59. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب(۴۹۲۲)؛ صحیح مسلم، کتاب الایمان باب بدء الوحی (۴۰۹)؛
ترمذی، السنن، تفسیر القرآن، [باب] ومن سورۃ المدثر(۳۳۲۵)
60. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب(۴۹۲۲)
61. صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم: آمین۔۔۔(۳۲۳۸)
62. الاتقان، ۱/ ۱۰۸

منزل ۱

63. ایضاً
64. ایضاً
65. الاتقان،ا/ ۱۰۸
66. بیہقی، دلائل النبوۃ ومعرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، دار الکتاب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ۲/ ۱۵۸
67. ایضاً، ۲/ ۱۵۹
68. باقلانی، الانتصار للقرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۱۲ھ، ص ۲۱۳
69. البرھان، ا/ ۲۹۵
70. صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ (۴۵۴۴)
71. سنن النسائی الکبریٰ، باب قولہ تعالیٰ واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ (۱۱۰۵۷)
72. ابوعبید قاسم بن سلام، فضائل القرآن، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۱ء، ص ۲۲۴
73. الاتقان، ا/ ۱۱۵
74. باقلانی، الانتصار للقرآن، ص ۲۱۵
75. دلائل النبوۃ، ۷/ ۱۳۹

منزل ۱